OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں جہاد: ایک دفاعی نظریہ

Jihad: A Defensive Doctrine in the Light of Seerat-un-Nabi ﷺ

Dr. Sajjad Ahmed
Assistant Prof College education Department, Govt of Sindh.
Email: sajjadamsc@gmail.com

Dr. Sibghatullah
Associate Professor, College education Department, Govt of Sindh.

Dr. Afshan Naz
Associate Professor, College education Department, Govt of Sindh.
https://orcid.org/0000-0002-7304-7374

Received on: 03-01-2026 Accepted on: 05-02-2026

Abstract

Jihad as exemplified by the life of Prophet Muhammad ﷺ is primarily a defensive doctrine aimed at combating oppression and protecting the oppressed rather than a tool for coercive conversion or the imposition of political power. During his time Jihad was not about spreading Islam by force but was instead a means to restore peace and justice especially in situations of severe oppression. The Qur'anic teachings emphasize that war is permissible only in cases where there is an unavoidable need to defend against aggression not as an aggressive measure. This distinction highlights that Jihad is fundamentally about supporting the wronged and protecting those who have been persecuted rather than forcing religious beliefs upon others. Prophet Muhammad'ﷺs teachings further clarify that war should be conducted with clear moral limits non-combatants, women, children and religious sites must be protected and prisoners of war should be treated with dignity and when possible set free after the conflict ends. Unfortunately in contemporary times, the concept of Jihad has been severely misunderstood and misused by extremists and terrorist groups to justify violent actions. This misrepresentation has distorted the true message of Jihad and has negatively influenced the national defense policies of Muslim states which may inadvertently adopt aggressive or unjust approaches in the name of Jihad. However the example of Prophet Muhammadﷺshows that Jihad should only be a defensive response to injustice focusing on restoring peace and securing justice rather than pursuing political or personal interests.

Keywords: Jihad, Defensive Doctrine, battlefield, Prophet Muhammadﷺ,

تمہید

اسلام ایک ایسا جامع نظامِ حیات پیش کرتا ہے جو انسانیت کو عدل، امن اور مساوات کا درس دیتا ہے۔ اس نظام میں جہاد کا تصور ایک عظیم اصول کے طور پر شامل ہے، جس کا بنیادی مقصد ظلم کا خاتمہ، مظلوموں کا دفاع، اور امن و انصاف کا قیام ہے۔ رحمۃ للعالمین نبی اکرم ﷺ

کی سیرت طیبہ اس حقیقت کی روشن دلیل ہے کہ جہاد بمعنی قتال ایک دفاعی عمل ہے، جسے صرف ناگزیر حالات میں اختیار کیا گیا۔ قرآن مجید کی آیاتِ محکم اور سیرت طیبہ کے عملی مظاہر سے یہ بات واضح ہے کہ جہاد ہمیشہ ظلم کے خلاف مزاحمت اور مظلوموں کے تحفظ کی خاطر کیا گیا، نہ کہ ذاتی اغراض وخواہشات اور جارحانہ کسی کے مادی وسائل یا زمین پر قبضے کے لیے۔ تاہم عصرِ حاضر میں شدت پسند گروہوں اور مغربی پروپیگنڈا کے نتیجے میں جہاد کے اس پاکیزہ تصور کو مسخ کر کے جارحیت اور دہشت گردی کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے، جس سے دنیا بھر میں اسلام کی شبیہ متاثر ہوئی اور مسلم ریاستوں کی دفاعی پالیسیوں میں بھی پیچیدگیاں پیدا ہوئیں۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کی روشنی میں جہاد کے حقیقی دفاعی نظریے کو واضح کیا جائے اور موجودہ دور میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا علمی تجزیہ کیا جائے تاکہ اسلام کے امن وعدل کے پیغام کو تمام عالم انسانیت کے سامنے مشعل راہ کے طور پر پیش کیا جائے۔ یہ تحقیقی مطالعہ اس پہلو کو اجاگر کرنے کی ایک کوشش ہے۔

جہاد کا لغوی واصطلاحی مفہوم

جہاد کا لغوی مفہوم بھرپور کوشش، مقدور بھر محنت، مشقت اور انتہائی جدوجہد کی مختلف صورتوں پر مشتمل ہے۔[1] دینی سیاق میں جہاد سے مراد اسلام کی سربلندی، دعوت وتبلیغ اور دفاع کے لیے کی جانے والی کاوشوں وکوششوں کا نام جہاد ہے۔ اس کے علاوہ ایک انسان کی نفسانی خواہشات پر قابو پانے اور نفس کی اصلاح کے لیے کیے جانے والے مقدور بھر کوششوں کے عمل کو بھی جہاد سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ ایک حدیث مبارکہ میں ''جہاد اکبر''[2] عمل پر بھی اطلاق پاتا ہے۔[3] عرب میں قبل از اسلام کے زمانے میں جنگ کے لیے جو الفاظ، محاورے اور اصطلاحات استعمال کی جاتی تھیں ان سے عموماً وحشیانہ رویے اور دہشت گردی کا تاثر ابھرتا تھا۔ اسلام نے دفاعی وعسکری لٹریچر میں اصلاح کی غرض سے ان تمام الفاظ اور رویوں کو ترک کیا اور دفاعی جنگ کے تصور کو "جہاد" کا عنوان دیا۔ اسلامی نقطہ نظر سے "جہاد" کا مطلب اعلیٰ مقاصد کے حصول، امن کے قیام، فتنہ وفساد کے خاتمے، ظلم وجبر، اور برائیوں کو مٹانے کی جدوجہد ہے۔[4] جس کی مثالیں قرآن وسنت سے ملتی ہیں۔

لفظ جہاد جہد سے مشتق ہے اور عربی لغت کے لحاظ سے اس کا مادہ اصلیہ ج-ہ-د ہے۔ یہ مصدری لفظ جَہد (جیم کے زبر کے ساتھ) اور جُہد (جیم کے پیش کے ساتھ) ہر دو طرح لغت میں باریک فرق کے ساتھ مستعمل ہے۔ جَہد کے معنی میں مشقت، انتہائی محنت ولگن اور شدت کی معنی پائی جاتی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: جَہدہ فی العمل (اس نے کام سرانجام دینے میں اپنی پوری توانائی صرف کر دی)۔ اس معنی میں ہی قرآن مجید کی سورت التوبۃ میں ارشاد ہے: ''وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ '' (جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اللہ کے ہاں) اور لفظ جُہد طاقت اور استطاعت کی معنی کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسے: بذل جُہدہ (اس نے اپنی مقدور بھر کوشش کی)۔ لغوی مفہوم کے اعتبار سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جَہد شدت عمل اور جُہد طاقت وقوت کی حد کے معانی کو ظاہر کرتے ہیں۔[5]

قرآن حکیم میں یہ لفظ کم و بیش 38 مقامات پر اپنے مادہ کی مختلف مشتقات کی اشکال میں نظر آتا ہے۔ سورہ البقرہ میں ایک مرتبہ سورہ آل عمران میں ایک مرتبہ، سورہ النساء میں 3 مرتبہ، سورہ مائدہ میں 3 مرتبہ، سورہ الانعام میں ایک مرتبہ، سورہ التوبہ میں یہ لفظ مختلف صورتوں میں 12 مرتبہ، سوہ النحل میں دو مرتبہ، سورہ الحج میں ایک مرتبہ، سورہ النور میں ایک مرتبہ، سورہ الفرقان میں دو مرتبہ، سورہ لقمان میں ایک مرتبہ، سورہ الفاطر میں ایک مرتبہ، سورہ الحجرات میں ایک مرتبہ، سورہ محمدؐ میں ایک مرتبہ، سورہ الصف میں ایک مرتبہ اور سورہ الممتحنہ میں ایک مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

ان آیات ربانی میں کسی جگہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرنا مقصود ہے۔ کسی جگہ کافروں اور منافقوں کو وعظ و نصیحت کرنے کی کوشش پر وعظ و تلقین ہے۔ کسی جگہ امر بالمعروف نہ کرنے اور گھروں میں چھپے بیٹھے رہنے والوں پر اللہ کی راہ میں مشقت اٹھانے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ کسی جگہ اللہ کے راستہ میں محنت اور کوشش کرنے والوں کو ثابت قدم رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ کسی جگہ مہاجرین کو پناہ دینے اور انکی مدد کرنے کی فہمائش کی گئی ہے۔ کسی جگہ قرآنی احکامات پر چلنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ کسی جگہ منافقوں اور کافروں کو دوست بنانے والوں پر لعن طعن کیا گیا ہے۔ کسی جگہ واضح کیا گیا ہے کہ نام کے مسلمان اور سچ مچ جو اللہ کی راہ میں کوششیں کرتے ہیں، برابر نہیں ہو سکتے۔ کسی جگہ اللہ کے خوف اور اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈنے کی کوشش کرنے کی طرف راغب کیا گیا ہے۔ الغرض لفظ جہاد یا اس کے مشتقات جو قرآن پاک میں جستہ جستہ استعمال ہوئے ہیں قطعی طور پر یہ وضاحت نہیں کرتے کہ کافروں کو بلا وجہ قتل کرنے یا کسی پر امن غیر مسلم حکومت پر چڑھ دوڑنے اور جنگ و جدال کرنے کا نام جہاد ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے جہاد صرف جنگ کرنے ہی کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تطہیر حیات کی ایک مہم ہے۔ یہ ایک جہد مسلسل ہے۔ اسلام کی فضیلت اور کفر کی فضیحت کی تبلیغ کرنا (قلم سے یا زبان سے) اور اپنے مال و دولت کو اسلام کے قیام میں خرچ کرنے کی جدوجہد کرنا ضروری ہے اور جب کوئی چارہ نہ رہے تب دین متین کی خاطر دشمنان اسلام سے جنگ (تلوار سے جہاد) کرنا بر حق ہو جاتا ہے اور اس جہد مسلسل میں تمام یا کسی ایک میں بھی حصہ لینے والے کو جہاد میں شریک سمجھنا واجب ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ تو یہاں تک بھی فرمایا کہ سلطان جابر یا بے دین کے سامنے کلمہ حق کہنا بھی جہاد ہے۔[6] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ سب سے افضل شخص کون ہے تو آپ نے فرمایا کہ :

"مؤمن يجاهد في سبيل الله بنفسه وماله۔"[7] ("وہ مومن جو اپنی جان اور مال سے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔")

ایک اور حدیث میں مجاہد کا ایک وسیع مفہوم ان الفاظ میں مروی ہے:

" عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رضی الله عنه، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ: اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ"[8] (حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (بڑا) مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرتا ہے۔)

مذکورہ بالا تفصیل سے لفظ "جہاد" کا مفہوم یہ سامنے آیا کہ کسی بھی نیکی یا اچھائی کے حصول کے لیے بھرپور محنت اور کوشش کی جائے، اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے تمام تر مشقتوں اور مشکلات کو برداشت کیا جائے۔ جہاد کا مقصد نہ تو مال کا حصول ہوتا ہے اور نہ ہی کسی علاقے یا سلطنت کا وسعت اختیار کرنا ہے۔ اسلام میں جہاد کا مقصد کسی بھی قسم کے سلطنت کے پھیلاؤ یا استبداد سے یکسر مختلف ہے، اور دہشت گردی کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جہاد: دفاعی نظریہ

یہاں ایک بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے کہ جہاد کی علت اور غرض کیا ہے؟ قرآن وسنت رسول اللہ ﷺ کے نصوص کی روشنی میں یہ اس بات کا تعین کرنا چاہیے کہ جہاد کی فرضیت کا اصل سبب کیا ہے؟ اور کن مقاصد واغراض کے تحت جہاد کی فرضیت ہوئی۔ قرآن وسنت کے نصوص کی تفسیر اور تشریحات میں علمائے کرام نے اس پر کافی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ عصر حاضر کے ایک جید عالم مولانا یحیٰ نعمانیؒ نے اس بحث کو بہت جامعیت واختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جس کا یہاں میں خلاصہ بیان کرنے پر اکتفاء کروں گا۔ جہاد و قتال کا سبب (علۃ المحارب) کیا ہے اس بارے فقہی سرمایہ میں تین آراء سامنے آتی ہیں:

(۱) جنگ کا سبب علت القتال کفر ہے۔ یعنی جب تک کفر موجود رہے گا اس کے خاتمہ کے لیے جہاد جاری رہے گا۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے: "وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ "[9]۔ (ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ "فتنہ" نہ بچے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے خالص ہو جائے۔)

واضح رہے کہ ہماری کتب تفسیر وتراجم میں فتنہ کی تفسیر شرک سے بھی کیے جانے کی روایت موجود ہے۔ اور ویکون الدین للہ تو ظاہر ہے ہی۔ جیسے مولانا احمد علی لاہوریؒ نے فتنۃ کا ترجمہ "شرک" سے کیا ہے۔ درج بالا آیت کا ترجمہ کیا ہے: "اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ شرک کا غلبہ نہ رہنے پائے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے۔"

امام قرطبیؒ سورۂ بقرہ کی آیت بالا (البقرۃ: 190) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یہ مطلقا قتال کا حکم ہے۔ اس میں کفار کے حملہ میں ابتدا کرنے کی شرط نہیں ہے۔ اس کی دلیل ویکون الدین للہ (یہاں تک کہ دین اللہ کے لئے خالص ہو جائے) ہے، اور یہ حدیث بھی کہ "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لاالٰہ الا اللہ پڑھ لیں۔ اس آیت اور حدیث میں اس کی دلیل ہے کہ قتال کا سبب کفر ہے۔"[10]

۲) جنگ کا سبب یعنی علت القتال کفر نہیں ہے بلکہ کفر کی حکومت ہے۔ اس رائے کے حاملین کی اصل دلیل مندرجہ بالا آیت ہی ہے، یہ حضرات اس میں دین کو اطاعت اور قانون کے معنی میں لیتے ہیں۔ لہٰذا ان حضرات کے نزدیک اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان غیر مسلموں سے اس مقصد کے تحت جنگ کریں تاکہ ان کے اوپر اللہ کا قانون نافذ ہو جائے۔

۳) علت القتال دفاع ہے، یہ حضرات قرآن کی آیت: وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ[11] (اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو

جو خود تم سے لڑیں) سے استدلال کرتے ہیں۔

جمہور علماء کے نزدیک قتال و جنگ کی علت کفر یا غیر مسلم کا ہونا نہیں ہے۔ کفر جنگ کا سبب یا علت قتال نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بات قرآن مجید کے اصول و نظریہ "لا اکراہ فی الدین" (دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے) کے صریح منافی ہے۔ اور قرآنی نصوص، سنت رسول اللہ ﷺ و احادیث اور فقہی سرمایہ غیر مسلموں اور ذمیوں کے احکامات اور ان کے ساتھ صلح و جزیہ وغیرہ پر وسیع علمی ذخیرہ موجود ہے۔

جہاد کو دفاعی نظریہ کے طور پر سمجھنے کی ضرورت اس لئے اہم ہے کہ اسلامی تعلیمات اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت میں جہاد کا بنیادی مقصد ہمیشہ ظلم کا خاتمہ اور مظلوموں کی حفاظت رہا ہے، نہ کہ کسی پر جارحیت مسلط کرنا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اور تم ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جنگ صرف دفاعی بنیادوں پر جائز ہے اور کسی صورت میں ظلم یا غیر ضروری جنگ کی اجازت نہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی غزوات، جیسے بدر، احد اور خندق، اس حقیقت کی گواہ ہیں کہ جنگ صرف اُس وقت کی گئی جب اسلام کی بقا اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ان جنگوں میں نہ تو جارحیت کا کوئی ارادہ تھا اور نہ ہی غیر مسلموں کے خلاف جنگ شروع کرنے کی کوشش۔ ان واقعات نے ثابت کیا کہ جہاد اسلام میں نہ صرف دفاعی مقاصد کے لیے مشروع ہے، بلکہ اس کا مقصد امن و عدل کا قیام ہے۔ تاہم، موجودہ دور میں جہاد کے بارے میں پیدا کی گئی غلط فہمیاں اور شدت پسندی نے اسلام کی اس فطری دفاعی حقیقت کو مسخ کر دیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جہاد کو اُس کے اصل مقصد یعنی دفاعی طور پر صحیح انداز میں سمجھا جائے تاکہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دنیا بھر میں اس کے درست مفہوم کی وضاحت کی جا سکے اور اس کی حقیقی روح کو اجاگر کیا جا سکے۔

قرآن میں دفاعی جہاد کا تصور

اسلام میں جہاد کو متعدد مواقع پر دفاعی جہاد کی حیثیت دی گئی، جس کی بنیاد مسلمانوں کی حفاظت، ایمان کی حفاظت اور انسانی حقوق کے دفاع پر رکھی گئی ہے۔ قرآن مجید میں جہاد کو ایک دفاعی عمل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس کی اجازت صرف اس وقت دی گئی جب مسلمان ظلم و زیادتی کا شکار ہوں۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ[12]

اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فساد باقی نہ رہے اور اللہ کا دین قائم ہو جائے، پھر اگر وہ باز آجائیں تو سوائے ظالموں کے کسی پر سختی جائز نہیں۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوَاتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ[13]

"جن سے کافر لڑتے ہیں انہیں بھی لڑنے کی اجازت دی گئی ہے اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا، اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ وہ

لوگ جنہیں ناحق ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے صرف یہ کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا تو تکیئے اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں ڈھادی جاتیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے گا، بے شک اللہ زبردست غالب ہے۔"

سیرت النبی ﷺ میں دفاعی جہاد کا نظریہ

سنت رسول اللہ ﷺ اور خصوصاً مدنی زندگی کی غزوات و سرایا کا ہم باریک بینی سے تجزیہ کرتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی واضح دکھائی دیتی ہے کہ آپ ﷺ نے کسی صلح پر آمادہ طاقت و قوت سے کبھی جنگ نہیں کی۔ آپ کی ہمیشہ یہ ہی سیرت رہی اور تعلیم و ہدایات سے صلح ہر حال میں مقدم و ترجیحات میں اول رہا ہے۔

(1) مکہ میں مسلمانوں کو جبر و تشدد، ظلم و زیادتی کا سامنا کرنے کے باوجود اپنے دفاع کے لیے مسلح تصادم کی اجازت نہیں تھی۔ مسلمان اس وقت طاقتور دشمن کے خلاف جنگ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ اگر وہ مسلح تصادم کرتے تو مکہ کے دشمن انہیں فوراً شہید کر دیتے، اور اس صورت میں اسلام کی وہ عالمی دعوت جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پوری دنیا تک پہنچنی تھی، اس کے پھیلاؤ کے امکانات محدود ہو جاتے۔ اس لیے کمزور مسلمانوں کو دشمن کے خلاف جنگ کرنے سے روکا گیا۔ مکہ والوں کی ان زیادتیوں کے باوجود ان سے صلح پر آپ کی آمادگی کا یہ حال تھا کہ آپؐ نے ایک مرتبہ یہ تک فرمایا: "لا يسألوني خطة يعظمون فيها حرمات الله إلا أعطيتهم إياها" [14](قریش مجھ سے جو بھی صلح کی شرط رکھیں گے، اگر اللہ کی حرمات کا خیال رکھا جائے گا تو میں اسی کو ضرور قبول کرلوں گا۔)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں اختیار کی گئی حکمت عملی سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب کسی اسلامی ریاست کے پاس دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے عسکری طاقت نہ ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی موجودہ کمزوریوں سے بچتے ہوئے سیاسی، سماجی، اقتصادی، اور دفاعی قوت میں اضافہ کرے، اور دشمن کو جنگ چھیڑنے کا موقع نہ دے۔ پھر مکہ میں نازل ہونے والی سورۃ العصر [15] میں قرآن نے ان مسلم کرداروں کی تعریف کی جو وقت کی قربانی اور صبر سے کام لیتے ہوئے اللہ کے راستے کی تبلیغ کے لیے اپنے مشن پر گامزن تھے۔ اس دفاعی جہاد کی نوعیت یہ تھی کہ وہ جسمانی لڑائی کے بجائے ایک افرادی، فکری اور نظریاتی نوعیت کی جنگ تھی جس میں اسلام کی جڑوں کو مضبوط کیا جا رہا تھا آپ ﷺ نے مسلمانوں کی افرادی قوت اور اجتماعی صلاحیتوں کو مضبوط کرنے پر توجہ دی تاکہ وہ ایک عظیم مقصد کے لیے محفوظ رہیں۔ اس حکمت عملی کا فائدہ یہ ہوا کہ مدینہ میں ریاست کے قیام کے بعد، جب مسلمانوں کا مکہ کے ساتھ پہلا معرکہ بدر میں ہوا تو مسلمانوں نے اس محفوظ کی گئی افرادی صلاحیتوں کو بہترین طریقے سے استعمال کیا اور فتح حاصل کی۔

(2) مدینہ میں جب ریاستِ مدینہ کا قیام عمل میں آیا، تو مسلمانوں کے لیے اب دفاعی جہاد کے جواز کی صورتحال بالکل مختلف تھی۔ یہاں مسلمانوں کو نہ صرف ایک خود مختار ریاست کا قیام عمل میں آیا، بلکہ دشمنوں کی طرف سے جنگی اقدامات اور لڑائیاں بھی شروع ہو گئیں۔ ان حالات میں حضرت محمد ﷺ کو اللہ کی طرف سے اب جہاد کی اجازت مل چکی تھی۔ غزوہ بدر (2 ہجری) [16]، غزوہ احد (3 ہجری) [17] اور غزوہ

خندق (5ہجری)[18] جیسے جنگی معرکے مسلمانوں کی دفاعی جنگ کی عملی مثالیں ہیں۔ یہ جنگیں محض دفاع کے لیے تھیں، جہاں مسلمانوں کا مقصد اپنے جان ومال کی حفاظت تھا اور اپنے عقیدہ کی آزادی کو برقرار رکھنا تھا۔ یہاں اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ مدینہ میں مسلمانوں کے پاس دفاعی طاقت موجود تھی، اور ان کو اپنی ریاست کی بقا کے لیے دشمن کے ساتھ جنگ کرنی پڑی۔ ان جنگوں میں نہ صرف فوجی حکمت عملی اپنائی گئی بلکہ جنگی اخلاقیات کی بھی پختہ تعلیم دی گئی۔

(3) مدینہ کے یہودی قبائل کو رسول اللہؐ نے اسلامی ریاست کے معزز اور باحیثیت شہریوں کی طرح رکھا۔ ریاست کا جو دستور لکھا گیا اس میں یہود کے قانونی امتیازات اور حقوق وفرائض کا پورا تذکرہ کیا گیا تھا۔ یہود نے اس کو قبول کر کے اسلامی ریاست اور اس کے حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے رسول اللہؐ کو قبول کیا تھا۔ مگر سب سے پہلے بنی قینقاع نے علانیہ معاہدہ توڑا، بغاوت کی اور جنگ کا اعلان کیا۔ پھر بنو نضیر نے غداری کی انتہا یہ کی کہ رسول اللہ کو (معاذ اللہ) دھوکہ سے قتل کرنا چاہا، سازش کا انکشاف ہو گیا مگر آپ نے بھی تحمل کی انتہا کر دی۔ ان کو سزا دینے کے بجائے مہلت دینے کا ارادہ فرمایا، اور ان سے کہا کہ اب تم پر اس کے بغیر اطمینان نہیں کیا جا سکتا کہ تم از سر نو معاہدہ لکھو۔ مگر وہ تو آمادۂ جنگ تھے، معاہدۂ صلح پر آمادہ نہیں ہوئے۔ جب کہ بنی قریظہ نے معاہدہ کی تجدید کی۔ پھر آپ نے بنی نضیر پر لشکر کشی فرمائی۔[19] بنی قریظہ کی عہد شکنی بلکہ غزوۂ خندق کے نازک ترین موقع پر حملہ آوروں فوجوں کا مدینہ کے اندر سے ساتھ دینا اور حملہ میں شرکت معروف ہے۔

لفظ جہاد کا ترجمہ "جنگ" یا "مقدس جنگ" (holy war) کے طور پر کرنا درست نہیں ہے، جیسا کہ بعض مسیحی اور مسلمان محققین نے اس کا مفہوم کفار کے ساتھ لڑائی، خصومت یا جنگ کے طور پر بیان کیا ہے۔ قرآن وحدیث کے تناظر میں لفظ جہاد کے معنی اور اطلاق کو سمجھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کا مفہوم صرف جنگ یا لڑائی تک محدود نہیں ہے۔ عربی زبان میں 'جہاد' ایک وسیع تر مفہوم رکھتا ہے، جو کہ صرف فزیکل جنگ کو نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی جدوجہد کو بھی شامل کرتا ہے۔ 'جہاد' کے لیے عربی میں 'حرب' اور 'قتال' جیسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں، جو صرف جنگ یا لڑائی کے لیے مخصوص ہیں، جبکہ 'جہاد' اس سے زیادہ گہرا اور جامع مفہوم رکھتا ہے، جس میں انسان کی اپنی ذات اور ایمان کی تصحیح کے لیے کی جانے والی محنت، جدوجہد اور کوشش شامل ہے۔ اس لیے قرآن میں جہاد کا مفہوم لڑائی کے بجائے انسان کے روحانی اور اخلاقی تناظر میں ہے۔

جہاد کی غلط تشریحات

لفظ جہاد کے غلط مفہوم کو عام کرنے میں انگریزی لغات کا بھی خاصا کردار ہے۔ اس کے لغوی واصطلاحی معنی، اور قرآن وحدیث میں لفظ جہاد کا استعمال کبھی بھی (holy war) کے طور پر نہیں ہوا۔ تاہم، تاریخی طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ یورپ کے حکمرانوں نے اپنے عوام کے مذہبی جذبات کو ابھارنے اور چرچ کو جنگ میں شامل کرنے کے لیے (holy war) کی اصطلاح کا استعمال شروع کیا۔ بعد ازاں، اس اصطلاح کو بغیر کسی تحقیق یا تفصیل کے جہاد کے ترجمہ کے طور پر مستعمل کیا گیا۔ اس اصطلاح کا مقصد مسیحی طبقے کے جذبات کو اُکسا کر انہیں یروشلم کے لیے جنگ میں شریک کرنا تھا۔ یوں، ایک طرف تو غیر مسلم مفکرین اور ذرائع ابلاغ نے جہاد کو (holy war) کے طور پر ترجمہ کر کے

اسلامی تصورات کو بدنام کیا، تو دوسری طرف بعض دہشت گرد گروہوں نے بھی اس لفظ کا غلط استعمال کرتے ہوئے اپنی تشدد پسندی اور قتل و غارت گری کو "جہاد" کے طور پر پیش کر کے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ اس طرح جہاد کے اصل مقصد اور اس کی پرامن حقیقت کو مسخ کر دیا گیا۔ انتہا پسند اور دہشت گرد گروہ قرآن کی چند آیات اور احادیث کو ان کے تاریخی اور واقعاتی سیاق و سباق سے الگ کر کے اپنی انتہا پسندانہ سوچ کو جواز فراہم کرتے ہیں۔ وہ لفظ جہاد، شہادت، خلافت، دار الحرب، اور دار الاسلام جیسے مذہبی اصطلاحات کو بے جا طور پر استعمال کرتے ہیں اور نوجوانوں سمیت عام مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں، یہ بتاتے ہوئے کہ یہ سب کچھ قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان اصطلاحات کا یہ غلط استعمال اسلام اور اس کی اصلی تعلیمات سے میل نہیں کھاتا۔ ان گروپوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے سیاسی ایجنڈے کے حصول کے لیے اسلام اور اس کی اصطلاحات کا استحصال کریں، اور عوامی جذبات کو مذہبی زبان کے ذریعے متاثر کریں۔ ان گروہ کے پاس عوام کے لیے کوئی واضح اور مفصل لائحہ عمل نہیں ہوتا، بلکہ وہ صرف مذہبی اصطلاحات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے اپنے ذاتی مقاصد کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ [20]

جہاد اور مسلم ریاستوں کی دفاعی پالیسیوں پر اس کے اثرات:

جہاد کی غلط تشریحات نے مسلم ریاستوں کی دفاعی پالیسیوں اور داخلی امور پر منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ مسلم ممالک میں دفاعی حکمت عملیوں اور عسکری منصوبہ بندیوں میں بعض اوقات جہاد کو مذہبی جواز کے طور پر پیش کیا گیا، جس کے نتیجے میں ان کے داخلی اور خارجی سیاست میں پیچیدگیاں پیدا ہوئیں۔ 1980 کی دہائی میں، جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا، تو پاکستان نے جہاد کو افغان مجاہدین کے حق میں "مذہبی جنگ" کے طور پر پیش کیا۔ اس وقت امریکہ نے اس جنگ کی حمایت کی تھی۔ اور پاکستان نے جہادی گروہوں کو تربیت دی تھی۔ لیکن اس کے بعد ان ہی گروپوں نے دہشت گرد کارروائیوں کا آغاز کیا، جیسے کہ تحریک طالبان پاکستان اور بعد میں مختلف انتہا پسند گروہ۔ [21] عراق اور شام میں داعش نے اپنے "اسلامی ریاست" کا قیام کرنے کے لیے جہاد کا دعویٰ کیا۔ داعش نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے خلاف اپنی وحشیانہ کارروائیوں کو جہاد کے نام پر جاری رکھا، جس کے نتیجے میں ان کے جرائم کو اسلامی دنیا سے الگ کر کے دیکھا گیا اور جہاد کی اصطلاح کو عالمی سطح پر بدنامی کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کارروائیوں نے مسلم ممالک کے دفاعی، سیاسی اور اقتصادی صورتحال پر بھی گہرا اثر ڈالا۔ مسلم ریاستوں میں جہاد کی غلط تشریحات کے بڑھتے ہوئے اثرات کی وجہ سے بعض ریاستوں نے اپنے اندرونی تحفظ کو بہتر بنانے کے لئے زیادہ عسکریت پسند پالیسیوں کی طرف رجوع کیا۔ خاص طور پر مصر، سعودی عرب، اور ایران جیسے ممالک میں اپنی داخلی سالمیت کے تحفظ کے لیے سخت عسکری حکمت عملی اپنائی گئی، جو ہر سطح پر تشویش اور سیاسی بحران کا سبب بنی[22]۔

خلاصہ

اس تحقیق میں "جہاد" کے اصل مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے، جسے محض جنگ یا تشدد کے تناظر میں دیکھنا ایک بڑی غلط فہمی ہے۔ تحقیق کے مطابق جہاد ایک روحانی اور اخلاقی کوشش ہے، جس کا مقصد فرد کی ذاتی اصلاح اور معاشرتی بہتری ہے۔ اس میں اسلامی تعلیمات کی روشنی

ہیں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ جہاد کا مقصد ظلم کا خاتمہ اور انسانوں کے درمیان امن و محبت کا فروغ ہے۔ دفاعی جہاد ایک فطری حق ہے جو فقط ظلم کا مقابلہ کرنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ تحقیقات میں کہا گیا ہے کہ جہاد کی بنیاد ہمیشہ انسانیت کی حفاظت اور اخلاقی اقدار پر ہونی چاہیے، جبکہ دہشت گردی اور شدت پسندی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس تحقیق ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ معاشرتی سطح پر جہاد کے بارے میں موجود غلط فہمیاں اور منفی تاثرات کو دور کر کے اس کے صحیح مفہوم کی ترویج کی ضرورت ہے تا کہ عالمی سطح پر امن قائم ہو سکے۔

رسول اللہؐ نے صرف دفاعی نہیں، اقدامی جنگیں بھی کیں ان جنگوں میں آپ نے دوسروں کے حملوں کا صرف دفاع کیا، حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ آپ محاربہ کا ارادہ اور تیاری کرنے والوں کے خلاف خود بھی اقدامات فرمایا کرتے تھے، جنگ بدر ایسے ہی ایک اقدام کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہوئی، موتہ اور تبوک کی یہی کہانی ہے، اور بنو مصطلق اور دیگر کئی مہموں کی یہی حقیقت ہے۔ آج کی اصطلاح میں آپ ان جنگوں کو (Preemptive wars) کہہ سکتے ہیں۔ یہ جنگیں اقدامی جنگیں ہی تھیں۔ بہر حال آپؐ نے دفاعی جنگیں بھی لڑیں ہیں اور محاربہ کرنے والوں کے خلاف اقدامی جنگیں بھی۔ مگر آپ کی ہر جنگ صرف محارِب طاقتوں کے خلاف تھی۔ اور اسی لئے قطعی طور پر منصفانہ تھی اور اس ''اعتداء'' اور زیادتی سے پاک تھی جس سے دور رہنے کا حکم قرآن نے مسلمانوں کو عین اس وقت دیا تھا جب ان پر جنگ کرنا واجب قرار دیا جا رہا تھا۔

نتائج

جہاد کی اصل حقیقت جنگ کے مقابلے میں فرد کی روحانی اور اخلاقی جدوجہد ہے۔ یہ کوشش انسان کے نفس اور معاشرتی بہبود کی بہتری کے لیے کی جاتی ہے، نہ کہ تشدد اور جنگ کی حمایت کے لیے۔ جنگ صرف دفاعی حالات میں جائز ہے، اور اس کے دوران بھی غیر جنگجو افراد اور معصوموں کی حفاظت کی جانی چاہیے، جیسا کہ اسلامی جنگی اصولوں میں ذکر ہے۔

تحقیق نے یہ واضح کیا ہے کہ جہاد کو دہشت گردی اور شدت پسندی سے نہیں جوڑا جا سکتا۔ جہاد کا مقصد ہمیشہ ظلم کے خاتمے اور امن کی ترویج کے لیے ہوتا ہے۔

سفارشات

اس تحقیق کے نتائج کو تعلیمی اداروں، دینی مدارس، اور عمومی سطح پر پھیلایا جائے تا کہ جہاد کے بارے میں درست معلومات دی جا سکیں اور غلط فہمیوں کا سد باب ہو سکے۔

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان امن اور ہم آہنگی کے فروغ کے لیے جہاد کے اصل مفہوم کو اجاگر کیا جائے اور اسلامی تعلیمات میں موجود امن اور احترام کے اصولوں کی بنیاد پر اجتماعی اقدام کیے جائیں۔

علماء اور دینی رہنماؤں کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ جہاد کے صحیح تصور کو پھیلائیں اور لوگوں کو دہشت گردی اور شدت پسندی سے گمراہ کرنے والے غلط بیانیوں کے خلاف آگاہ کریں

حوالہ جات

[1]۔الخلیل بن احمد الفراہیدی.(2003).کتاب العین (ج1، ص.268). ترتیب و تحقیق: ڈاکٹر عبدالحمید ہنداوی. بیروت: دار الکتب العلمیہ۔

[2]رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ سے واپسی پر فرمایا: "رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ "(ہم اب چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہیں)۔

[3]۔الراغب الأصفہانی، حسین بن محمد.(د.ت.).المفردات فی غریب القرآن (ص.101). تحقیق وضبط: محمد سید کیلانی. بیروت: دار المعرفہ۔

[4]۔طاہر القادری، م.(2015). کتاب الجہاد (ص.25). لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز۔

[5]الفیروز آبادی، محمد بن یعقوب۔القاموس المحیط .بیروت: دار الجیل، 1993، صفحہ 217۔

[6]۔ندوی، سید سلیمان۔(1951)۔سیرۃ النبیؐ (جلد 4)۔ شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، صفحات 11-12۔

[7]۔عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب أفضل الناس مومن مجاہد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللہ، رقم الحدیث: 2786 (دمشق، بیروت: دار الکثیر، الطبعہ الأولی، 2003)، 690۔

[8]۔محمد بن عیسی الترمذی، سنن الترمذی وھو الجامع الکبیر، باب ماجاء فی فضل من مات مرابطاً، رقم الحدیث: 1828، المجلد 3 (بیروت: دار التأصیل، الطبعہ الثانیہ، 2016)، 6۔

[9]الانفال: 39

[10]القرطبی، محمد بن أحمد. "تفسیر سورۃ البقرۃ، الآیۃ 190." فی الجامع لأحکام القرآن. المجلد 2. القاهرۃ: دار الشعب، 1372ھ۔

[11]البقرہ: 190

[12]۔البقرہ، 2:193۔

[13]۔الحج، 22:39،40۔

[14]صحیح بخاری، حدیث رقم ۲۷۳۴

[15]۔العصر، 103:3۔

[16]۔قادری، ابو البرکات عبدالرؤف.(2009).اصح السیر فی ھدی خیر البشر (ص.138). کراچی و لاہور: ادارہ اسلامیات۔

[17]۔ایضاً، (ص.149)

[18]۔ایضاً، (ص.180)

[19]سنن ابی داؤد، باب خبر بنی النضر

[20]۔جہاد۔(2025، 11 جنوری). انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا۔https://www.britannica.com/topic/jihad

[21]-Eamon Murphy, The Making of Terrorism in Pakistan: Historical and Social Roots, Journal of Strategic Security, 8(1-2), 2015.

[22]-Institute for Economics and Peace. (2022). Global terrorism index 2022: Measuring the impact of terrorism. Vision of Humanity. https://www.visionofhumanity.org/wp-content/uploads/03/2022/GTI-2022-web_110522-1.pdf.

References

1. Al-Khalil bin Ahmad Al-Farahidi. (2003). Kitab al-Ain (Vol. 1, p. 268). Compilation and research: Dr. Abdul Hamid Hindawi. Beirut: Dar al-Kuttab al-Ilmiyah.
2. The Messenger of Allah (ﷺ) said upon returning from a battle: "We have returned from the lesser jihad to the greater jihad." (We have now returned from the lesser jihad to the greater jihad.)
3. Al-Raghib al-Isfahani, Hussain bin Muhammad. (D.T.). Al-Mufradat fi Gharib al-Quran (p. 101). Research and compilation: Muhammad Sayyid Kaylani. Beirut: Dar al-Marfa.
4. Tahir al-Qadri, M. (2015). Kitab al-Jihad (p. 25). Lahore: Minhaj-ul-Quran Publications.
5. Al-Firoozabadi, Muhammad bin Yaqoob. Al-Qaamus Al-Muhit. Beirut: Dar Al-Jil, 1993, p. 217.
6. Nadwi, Sayyid Sulaiman. (1951). Seerat Al-Nabi (PBUH) (Vol. 4). Shibli Academy, Azamgarh, pp. 11-12.
7. Abdullah Muhammad bin Ismail Al-Bukhari, Sahih Al-Bukhari, Kitab Al-Jihad Wal-Sirr, Chapter: The Best of the Believers, Those Who Fight for Theirselves and Their Money in the Cause of Allah, Hadith No. 2786 (Damascus, Beirut: Dar Al-Kathir, First Edition, 2003), 690.
8. Muhammad bin Isa Al-Tirmidhi, Sunan Al-Tirmidhi Wa Huwa Al-Jami' Al-Kabir, Chapter: What Came of the Virtue of a Person Who Dies in a Position of Authority, Hadith No. 1828, Vol. 3 (Beirut: Dar Al-Ta'sil, Second Edition, 2016), 6.
9. Al-Anfal: 39
10. Al-Qurtubi, Muhammad bin Ahmad. "Interpretation of Surah Al-Baqarah, verse 190." In Al-Jami' Al-Ahkam Al-Quran. Volume 2. Cairo: Dar Al-Shaab, 1372 AH.
11. Al-Baqarah: 190
12. Al-Baqarah, 2:193.
13. Al-Hajj, 22:39,40.
14. Sahih Bukhari, Hadith No. 2734
15. Al-Asr, 103:3.
16. Qadri, Abu al-Barakat Abdul Rauf. (2009). Ash al-Sirr fi Huda Khair al-Bishr (p. 138). Karachi and Lahore: Idara Islamiyat.
17. Ibid, (p. 149)
18. Ibid, (p. 180)
19. Sunan Abi Dawud, Chapter on the News of Banu al-Nadr
20. Jihad. (2025, January 11). Encyclopædia Britannica. https://www.britannica.com/topic/jihad
21. Eamon Murphy, The Making of Terrorism in Pakistan: Historical and Social Roots, Journal of Strategic Security, 8(1-2), 2015.
22. Institute for Economics and Peace. (2022). Global terrorism index 2022: Measuring the impact of terrorism. Vision of Humanity. https://www.visionofhumanity.org/wp-content/uploads/2022/03/GTI-2022-web_110522-1.pdf.